26232
0/1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

ہماری مارکیٹ میں چیک ریٹرن کی پلینٹی لینے کا رواج ہے، چیک ریٹرن پلینٹی کا مطلب یہ ہے کہ اگر خریدار دکاندار کو پیسوں کی ادائیگی چیک کے ذریعے کرے، اور جب دکاندار مقررہ تاریخ پر چیک بینک سے کیش کرانا چاہئے، تو بعض اوقات بینک اس چیک کو کسی وجہ سے (مثلاً بینک میں بیلنس نہ ہونے کی وجہ سے) ریجیکٹ کرتا ہے، اس صورت میں دکاندار خریدار سے پلینٹی کے طور پر تقریباً تین سو روپے آج کل لیتا ہے، یہ پلینٹی اس وجہ سے ضروری ہے، تاکہ خریدار چیک دینے میں آئندہ احتیاط کرے، اگر پلینٹی نہ لے، تو ایسی صورت میں چیک بکثرت ریٹرن ہو جاتے ہیں، خریدار یہ کہتا ہے کہ یہ بندہ تو پلینٹی لیگا نہیں اس لئے اس کا چیک ریٹرن کروادو، چیک بار بار ریٹرن ہونے کی وجہ سے دکاندار بہت تنگ ہوتا ہے، بعض اوقات ہمیں چیک کمپنی میں بھی دینے ہوتے ہیں، کمپنی والے فوری رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، بڑا اماونٹ فوری طور پر تیار کرنا مشکل ہوتا ہے پھر اس پلینٹی کے پیسوں سے تین طرح کے معاملات کیے جاتے ہیں: ۱۔ خود استعمال کرنا، ۲۔ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کرنا، ۳۔ پلینٹی لینے والا یہ کہتا ہے کہ اگر اگلی پارٹی مجھ سے پلینٹی لے گی تب میں آپ سے لونگا ورنہ نہیں لونگا۔ اس تیسرے طریقہ میں آپ پیلنٹی کے پیسے اپنے پاس نہیں رکھتے بلکہ جس نے آپ سے پلینٹی طلب کی ہے، اسے آپ دیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں کونسا طریقہ شریعت کے مطابق درست ہے؟ اگر درست نہیں ہے، تو اس کی جائز صورت کیا ہو سکتی ہے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۳/۲۱۴۵

مستفتی: محمد یاسین
پتہ: بہادر آباد، کراچی نزد مسجد الخلیل
فون نمبر: ۰۳۳۲۳۲۱۸۶۸۴

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ چیک ریٹرن ہونے کی وجہ سے پینلٹی لگانا تعزیر مالی ہے، جو عام حالات میں ناجائز ہے، لہٰذا اس پینلٹی کے لین دین سے بچنا لازم ہے۔ اور اس کے متبادل کے طور پر اولاً تو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے چیک ریٹرن نہ ہو، مثلاً شخصی چیک (Personal Cheque) نہ دیا جائے، بلکہ بینک سے تصدیق شدہ چیک (Certified Cheque)، بینک ڈرافٹ اور پے آرڈر کے ذریعے معاملہ کیا جائے، تاکہ ریٹرن کا امکان نہ رہے۔ تاہم اگر شخصی چیک پر ہی معاملہ ہو تو اس صورت میں پینلٹی کے متبادل کے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ دوکاندار خریدار سے چیک لیتے وقت اس سے بطورِ رہن اور ضمانت (سیکورٹی ڈپازٹ) کے کوئی چیز (مثلاً دکان یا گاڑی وغیرہ کی فائل) یا رقم رکھنے کا مطالبہ کرے، یا شخصی ضمانت کی بنیاد پر معاملہ کیا جائے، یعنی کوئی شخص یہ ضمانت لے کہ چیک بروقت کیش ہو جائے گا، اگر بروقت کیش نہ ہوسکے تو نقصان کا ازالہ میں (ضامن) کرونگا، اسی طرح اگر آپ کو یہ خطرہ ہو کہ آگے یہ چیک کمپنی کو دینے کی صورت میں وہ پینلٹی مانگے گی، تو اگر اصل دوکاندار سے کمپنی کا رابطہ قائم کرانا آپ کے لئے ممکن نہ ہو تو آپ بھی کمپنی کو اطمینان دلانے کے لئے اس سے رہن اور ضمانت کے ساتھ معاملہ کرسکتے ہیں۔

البتہ اگر کسی شخص نے چیک باؤنس ہونے کی صورت میں آگے جرمانہ ادا کرلیا ہو، تو جرمانہ کی رقم اصل چیک دینے والے سے لے سکتا ہے، لدفع الضرر عن نفسہ۔ نیز چیک باؤنس ہونے کا قانون بھی ہے، اگر کسی شخص کا چیک بار بار باؤنس ہورہا ہو، تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی ہوسکتی ہے جو جرمانہ سے زیادہ مؤثر طریقہ ہے۔

فقه البیوع (۴۴۳/۱)

الواقع أن الشيك على ثلاثة أقسام: الشيك المصرفي(Bank Draft or Cashiers Cheque) والشـيـك المصـدّق(Certified Cheque)والشيك الشخصي، (Personal Cheque).....

الشيك المصرفي شيك يصدره بنك في ذمته، أو ذمة وكيل له، إن الشخص الذي هو مدين لآخر يشتري الشيك المصرفي من بنك بدفع مبلغه نقدا، ويسلم الشيك المصرفي إلي دائنه، ليأمن الدائن من خوف أن يفشل الشيك.......الشيك المصدق و هو الشيك الذي يُصدَر من صاحب حساب في بنك لصالح المستفيد، ولكن يحمل هذا الشيك تصديقا من البنك

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

أن مبلغ الشيك موجود في رصيد المصدر قابل للسحب، ويكتب عليه البنك عادة كلمة "مقبول" (Accepted) وفي مثل هذا الشيك يعزل البنك مبلغ الشيك من حساب المصدر إلى حساب نفسه....

أما الشيك الشخصي، فهو أمر للبنك بسحب مبلغ من حساب مصدره، وليس فيه توثيق من البنك بأن ذلك المبلغ ميسر للسحب في حساب مصدر الشيك، ولا التزام من البنك بأدائه، فإن عرض هذا الشيك على البنك ورأى البنك أن مبلغه موجود في حساب المصدر، ويحق له أن يسحبه من حسابه حسب التعاقد معه، فإن البنك ملزم بدفعه، وإن لم يكن في حسابه ذلك المبلغ، أو كان، ولكن لايحق للمصدر سحبه حسب تعاقده مع البنك، فإنه يحق له أن يرفضه، ولا يدفع شيئا.

الفتاوى الهندية (٥ / ٤٣١)

أما تفسيره شرعا فجعل الشيء محبوسا بحق يمكن استيفاؤه من الرهن كالديون حتى لا يصح الرهن إلا بدين واجب ظاهرا وباطنا أو ظاهرا فأما بدين معدوم فلا يصح؛ إذ حكمه ثبوت يد الاستيفاء، والاستيفاء يتلو الوجوب.

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (٦ / ١٤٤)

وأما المختلف فيه فهو أن الشرط كونه مضمونا ظاهرا أو باطنا، أو كونه مضمونا من حيث الظاهر يكفي لجواز الرهن، .....ولا يشترط كونه مضمونا حقيقة، .....يدل عليه أن الرهن بجهة الضمان جائز على ما ذكر؛ فلأن يجوز بالضمان الثابت من حيث الظاهر أولى .....ذكر في الجامع إذا اشترى من رجل عبدا بألف درهم، وقبض العبد وأعطاه بالألف رهنا يساوي ألفا، فهلك الرهن عند المرتهن ثم قامت البينة على أن العبد حر أو استحق العبد من يده يهلك مضمونا؛ لأن الألف كانت مضمونة على الراهن ظاهرا فقد حصل الارتهان بدين مضمون عليه من حيث الظاهر؛ فجاز.

الهداية في شرح بداية المبتدي (٤ / ٤٢٢)

قال: "ويجوز رهن الدراهم والدنانير والمكيل والموزون"؛ لأنه يتحقق الاستيفاء منه فكان محلا للرهن ".

مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر (٤ / ١٢١)

ولا تكره الحيلة في إسقاطها أي الشفعة عند أبي يوسف لأنه يحتال لدفع الضرر عن نفسه وهو الأخذ بلا رضاء والحيلة لدفع الضرر عن نفسه مباح وإن تضرر الغير في ضمنه وهو رواية عن الإمام وبه أي بقول أبي يوسف يفتى

دار الافتاء

Scanned by CamScanner

قبل وجوبہا وإن بعد وجوبہا فمکروھۃ بالإجماع وعند محمد تکرہ لأنہا وجبت لدفع الضرر وھو واجب وإلحاق الضرر بہ حرام...... واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

عمران الحق غفراللہ لہٗ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

٢/جمادی الاخریٰ/١٤٤١ق

28/جنوری/2020ش

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفراللہ لہ

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

٢/جمادی الاخریٰ/١٤٤١ق

28/جنوری/2020ش

الجواب صحیح

٢/٦/١٤٤١ھ

الجواب صحیح

٣/٦/١٤٤١ھ

الجواب صحیح

٣/٦/١٤٤١ھ

الجواب صحیح

٣/٦/١٤٤١ھ

Scanned by CamScanner